ڈاکٹر خالد سنجرانی صاحب نے حوصلہ بھی دیا کہ یہ مقالہ تم کر سکتے ہو اور جب دوسرے اداروں میں پتہ چلے گا کہ سمیع آہوجا پر کسی نے کام کیا ہے تو اسے سراہا جائے گا۔ ڈاکٹر سعادت سعید صاحب نے بھی تسلی دے دی کہ جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی، ان سے راہنمائی لے لینا اور ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب کے پاس بھی جانے کو کہا، کیونکہ وہ سمیع آہوجا کے دوست ہیں اس لئے بہتر گائیڈ کر سکتے ہیں۔ بہر حال مقالے کے موضوع کا انتخاب میرے استادوں کے مشورے اور میری رضا مندی سے طے پایا۔ استادِ استادان ڈاکٹر تبسم کاشمیری اس مقالے کے نگران مقرر ہوئے اور مجھے اپنی رہنمائی سے نوازتے رہے، انہی کی وساطت سے سمیع آہوجا صاحب سے میرا تعارف ہوا اور پھر ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔

روایتی افسانے کا قاری ہونے کی حیثیت سے ابتدا میں عصر حاضر کے اس بڑے افسانہ نگار کے افسانے میرے لئے بالکل نئی چیز تھے۔ پلاٹ، کردار اور کہانی کی تلاش میں افسانے کی زبان اور جملہ سازی کو سمجھنے میں مشکل ہوتی تھی اور جب زبان پر فوکس کرتا تھا تو کہانی کے سارے کنارے اور دھاگے ہاتھوں سے پھسلتے چلے جاتے تھے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ افسانے مجھ پر کسی بھی لمحے ناگوار نہیں گزرے، بلکہ بار بار پڑھنے سے مزید پڑھنے کی جستجو پیدا ہوتی چلی جاتی تھی، اور پھر آہستہ آہستہ ان کے اسلوب، تکنیک نے مجھ پر ان کی کہانی کے تانے بانے اور موضوعاتی نظام کو آشکارا کر دیا۔ بعدازاں جو سمجھ میں آتا گیا وہ کچھوے کی چال سنگ رقم ہوتا گیا اور اب یہ تحقیقی مقالہ اپنے وقت مقررہ پر تکمیل کو پہنچا ہے۔

یہ مقالہ ''سمیع آہوجا کی افسانہ نگاری'' چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں سمیع آہوجا کی زندگی کے اہم حالات و واقعات کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرتے ہوئے ان کے خاندانی پس منظر، بچپن کی کچھ یادیں، تعلیمی زندگی، عملی زندگی، ادبی زندگی اور خصوصاً ان واقعات کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے ان کی شخصیت بطور افسانہ نگار کھل کر سامنے آجائے اور آخر میں ان کے افسانوی مجموعوں کی فہرست پیش کر دی گئی ہے۔ باب دوم ''سمیع آہوجا کا افسانوی شعور'' میں ان کے افسانوں میں پائے جانے والے موضوعاتی تنوع، رجحانات اور میلانات پر تفصیلاً بحث ہوئی ہے۔ اس میں موضوعاتی تقسیم کے تحت ان کے آٹھ افسانوی

مجموعوں پر مشتمل بڑے افسانوی مجموعے ''ننانوے کے پھیر میں'' ننانوے افسانے شامل ہیں۔ ان تمام افسانوں کا تحقیقی نقطۂ نظر سے الگ الگ جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ باب ان کے افسانے کو موضوعاتی لحاظ سے سمجھنے میں کافی حد تک مد و معاون ثابت ہوگا۔ باب سوم ''سمیع آہوجا کے افسانوں میں تکنیک، کرافٹ، اسلوب اور لسانی تشکیلات کے تجربات'' میں ان کے افسانوی فن کی مختلف جہتوں، تکنیک اور کرافٹ میں نئے تجربوں، اسلوب کی امتیازی خوبیوں اور نئی لسانی وضع قطع کا جائزہ لیا گیا ہے اور باب چہارم سمیع آہوجا کی افسانہ نگاری کے ضمن میں فکری وفنی اظہار کے وسیلوں کا محاکمہ کرتا ہے۔ اس میں گذشتہ ابواب میں ہونے والی بحث کو حتمی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔

یہاں یہ کہنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ سمیع آہوجا ایک انتہائی اہم مگر کم شہرت یافتہ جدید افسانہ نگار ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کے افسانوں پر ایک ہی کوشش میں گرفت کرنا آسان نہیں اور انہیں سمجھنا سرسری مطالعہ کے عادی افراد کے لئے ناقابل فہم ہے۔ اس لئے ان کے نقاد انہیں پیچیدہ ہونے کا الزام دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نقادوں کو ایک ہی سانس میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ بھی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے وہ نقاد جو جدید افسانے پر بڑے شوق سے اپنے تنقیدی ورک کی تشہیر کرتے ہیں وہ بھی چندسنی سنائی باتوں پر عمل کرتے ہوئے جدید افسانے کے بڑے بڑے ناموں کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

دورانِ تحقیق میرا واسطہ کچھ ناقدین سے پڑا جو اپنی جدید افسانے کی تنقید کو زمانے کا شہکار سمجھتے ہیں، سمیع آہوجا کے نام تک سے واقف نہیں۔ انہوں نے اس بڑے افسانہ نگار کو متعارف نہ کروا کر نہ صرف اُردو فکشن کے ساتھ بلکہ اُردو زبان و ادب کے قارئین اور اپنے فن کے ساتھ بھی زیادتی کی ہے۔ اپنے مقالے کے سلسلے میں جب مجھے اطلاع ملی کہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان اور جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں جدید افسانہ نگاروں پر کام کروایا جا چکا ہے تو میں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ سیدھا ملتان پہنچا، مگر مجھے وہاں کسی نے بھی لائبریری تک میں نہ گھسنے دیا اور نہ ہی شعبۂ اُردو سے کسی نے اپنے کروائے ہوئے تحقیقی کام کی زیارت کروائی۔ پھر واپس